۹۰واں باب

سردارانِ قریش سے خطاب

معراج کے انکار کے پسِ منظر میں سردارانِ قریش سے خطاب

۸۹: سُوۡرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡل [۱۵ – ۱۷: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ]

۱۷۹ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا..........بنی اسرائیل کی تمثیل

۱۸۰ انسانوں کو مبتلائے عذاب کرنے کے باب میں اللہ کی سنت

۱۸۲ کسی دوسرے انسان کے اچھے بُرے اعمال نفع یا نقصان نہیں پہنچاتے

۱۹۴ حاصلِ دعوت، حاصلِ قرآن اور حاصلِ رسالت: لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا ﴿۲۲﴾

۹۰واں باب

سردارانِ قریش سے خطاب

معراج کے انکار کے پسِ منظر میں سردارانِ قریش سے خطاب

قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے اِسراء اور معراج کے واقعے کو اُس اہمیت و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا یہ مستحق ہے۔ ایک مرتبہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد کہ وہ ہمارا اور ساری مخلوقات و کائنات کا خالق ہے، یہ سوال یا اعتراض بالکل فضول ہے کہ یہ ممکنات میں سے ہے یا نہیں ہے۔ جس ہستی نے سورج چاند سے لے کر کہکشاؤں کو اور ہوا پانی، سمندر پہاڑ پیدا کیے، ہماری جینیاتی ڈزائننگ کی، اُس کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ اُس ہستی کو رب ماننے کے بعد اُس کی جانب سے آنے والی یا اُس کے نمایندے [رسول] کی بتائی ہوئی باتوں پر اُن کے ممکن ہونے پر شک کرنا، ایمان کے ساتھ ممکن نہیں۔ اس تمہید کے بعد ہم سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل کا مطالعہ شروع کرتے ہیں:

۸۹: سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل [۱۷ — ۱۵: سُبْحَانَ الَّذِیْ]

[نزولی اعتبار سے ۸۹ ویں، مصحف میں ۱۷ ویں نمبر پر، ۱۵ ویں پارے سبحٰن الذی میں درج سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پاک ہے[۵۵] وہ جو ایک ہی رات میں اپنے بندے، محمد ﷺ کو اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرانے کے لیے مسجد حرام سے دُور واقع مسجد [اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی/بیت المقدس] تک لے گیا[۵۶]، جس کا ماحول برکت سے معمور ہے۔ حقیقت میں وہی سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔......

.... مفہوم آیت ۱

اگلی آیات میں بنو اسرائیل کی تاریخ کے کچھ اہم اجزا کا ایک اجمالی بیان ہے، یہاں قاری یہ سوچ

---

۵۵ اللہ اُن تمام شرکیہ تہمتوں سے پاک ہے جو جھوٹے لوگ، مذہب کے علم بردار بن کر اُس پر لگاتے ہیں تاکہ اپنے خود ساختہ معبودوں کے سائے میں آکر، اللہ کی اطاعت اور اُس کی عائد پابندیوں سے آزادی حاصل کرلیں اور عوام سے عزت و نذرانے وصول کریں اور اُن کے سروں پر سوار رہیں۔

۵۶ جو بنو اسرائیل کا قبلہ اور مرکز تھا، آپ کا وہاں لے جایا جانا اس امر کا غماز ہے کہ اُن کا دورِ امامت ختم ہوا اور اب رسول اللہ ﷺ اور مابعد آپ کے متبعین اس امامت کے وارث ہیں۔

سکتا ہے کہ بالکل قریب کے مخاطبین یا تو مشرکینِ مکہ ہیں یا اہلِ ایمان، بنو اسرائیل کا تذکرہ کس حوالے سے ہے؟ قرآن کے اب تک کے اجزا سے یہ بیان تھوڑا مختلف کیوں ہے؟ پہلے بیانات میں جب کبھی نافرمانوں یا کسی دوسری قوم کا تذکرہ اب تک نازل ہوا ہے، وہ انبیاء کے تذکروں کے ذیل میں آیا ہے، یہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے سے گفتگو کا آغاز تو ضرور ہوا ہے مگر صاف ظاہر ہے کہ تذکرہ موسیٰ علیہ السلام کا نہیں بلکہ بنو اسرائیل کا ہے، موسیٰ کا ذکر اُن کے ذیل میں ہے۔

راقم کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ ایسا دو اسباب سے ممکن ہے، اوّل یہ کہ سردارانِ قریش کو ڈرایا جائے کہ جس طرح موسیٰؑ کے وارثین، زمین پر فساد مچانے کے جرم میں برباد کیے گئے، وارثینِ ابراہیمؑ بھی پکڑ میں آ سکتے ہیں، دوسری بات یہ کہ اسلام یثرب میں دستک دے چکا ہے جہاں یہود کا بڑا اثر ہے اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اُن کو بھی دعوت دی جائے، وہ اللہ کو، آخرت کو اور نبیوں کو تو پہلے سے مانتے ہیں لہٰذا، اُن کو سب سے پہلے یہ شرم دلانی ہے کہ تم نے نبی کی نافرمانی کی اور زمین پر فساد کے موجب بنے ہو۔ اگرچہ ابھی قوموں کی امامت سے اُن کی معزولی کا اعلان نہیں کیا گیا ہے مگر جلد ہی تحویلِ قبلہ کے ساتھ یہ بھی ہو جائے گا، یقیناً یہ آیات جب سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں سُنائی ہوں گی تو یہود کے کان کھڑے ہوئے ہوں گے۔ دکھی دل کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کلمہ گو فساد پرور اور فساد زدہ مسلمانوں کے لیے بھی اِن آیات میں بڑا سبق ہے جو اقوامِ عالم میں اللہ کی مار و پھٹکار کی ایک منہ بولتی تصویر ہیں، کاش ہمیں عبرت حاصل ہو اور ہم اُس اصل پیغام کی طرف پلٹ آئیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے!

زمین میں فساد پھیلانے کی سزا..........بنی اسرائیل کی تمثیل

ہم نے اِس سے پہلے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور اُس کتاب کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت نامہ اور دستور العمل بنایا تھا، کتاب کا یہ انعام اس بنیادی تاکیدی ہدایت کے ساتھ تھا کہ میرے سوا [اللہ کے سوا] کسی کو اپنا وکیل [قابلِ بھروسہ اور کارساز] نہ بنانا۔ بنو اسرائیل تو کشتیِ نُوحؑ میں، اُسؑ کے ساتھ سوار ہونے والوں کی اولاد ہیں، جب کہ نوحؑ تو ہمارا بڑا شکر گزار بندہ تھا، پھر ہم نے بنی اسرائیل کو اپنی کتاب میں اِس بات پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد برپا کرو گے اور اللہ کے مقابلے میں بڑی

سرکشی دکھاؤ گے۔ پس جب مذکورہ دو میں سے پہلی سرکشی دکھانے کے لیے تم زمین پر مفسد بن کر کھڑے ہو گئے، تو ہم نے تمھارے سروں پر اپنے بندوں میں سے ایک ایسی زور آور، ظالم اور لڑاکا قوم مسلط کی جو تمھاری سرزمین پر قابض ہوئی اور گھر گھر میں گھس [کر اُس کو لُوٹ کے لے] گئی۔ [تمھاری سرکشی اور بدکاریوں کی سزا کا] یہ ایک وعدہ تھا جسے ہونا تھا سو ہونا تھا[۵۷]۔ اِس کے بعد ہم نے [توبہ کرنے اور روش بدلنے پر] مال اور اولاد سے تمھاری مدد کی اور تمھاری تعداد پہلے سے بڑھا دی اور غاصب دشمنوں پر غلبے کا موقع دے دیا۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمھارے اپنے ہی فائدے کے لیے تھی، اور بُرائی کی تو، سو وہ بھی تم نے اپنا ہی نقصان کیا۔ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ... مفہوم آیات ۲ تا ٦

جب دُوسرے وعدے کا وقت آیا [اور تم پھر سرکش و مفسد بن گئے] تو ہم نے کچھ دُوسرے دشمنوں کو تم پر مسلّط کیا تاکہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدِس) میں گھس کر اُسی طرح توڑ پھوڑ مچائیں جس طرح پہلے دُشمن گھُسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔ کیا عجب کہ اب تمھارا رب تم پر رحم کرے، لیکن اگر ویسی ہی سرکشی تم پھر دکھاؤ گے، تو ہم بھی پھر سے اپنی سزا کا مزا چکھائیں گے، اور آخرت میں تو ناشکرے نافرمانوں کے لیے ہم نے جہنّم کو قید خانہ بنایا ہی ہوا ہے۔ قرآن یقیناً وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ جو لوگ [اس کو مان کر] اعمالِ صالحہ کرنے لگیں انھیں یہ خوش خبری ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے، اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے ان کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ .... مفہوم آیات ۷ تا ۱۰

انسانوں کو مبتلائے عذاب کرنے کے باب میں اللہ کی سنت

اوپر گفتگو اس جملے پر ختم ہوئی کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے ان کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اب ضروری تھا کہ اہلِ مکہ نے اس عذاب کی دھمکی کا جو مذاق بنا رکھا تھا اُس پر بھی کچھ تبصرہ ہو جائے۔ وہ ترنگ میں آ کر کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اُس کا کوئی نمونہ ہی اپنی سچائی کی نشانی کے طور پر دکھا دو،

۵۷ یہ دورِ نبوت میں قرآن اُترتے وقت بنو اسرائیل کے سامنے اُن کی معزولی کے موقع پر اُن کی بداعمالیوں کی ایک تصویر تھی مگر وائے افسوس کہ امتِ مسلمہ نے کوئی سبق نہ لیا اور بغداد، غرناطہ، دلی، کابل، دمشق، بخارا، سمرقند و تاشقند پر کیا منحصر جہاں جہاں کسی امتِ محمدیہ ﷺ کے فرد کا گھر نظر آیا، سرکشی کے جرم پر اللہ کا غضب اُس کا چین و سکون چھین کر لے گیا، الا ماشاءاللہ، مسلمانوں کی ساری آبادیاں اس آیت کی زندہ تمثیل و تفسیر بن گئے۔

ہمارے اوپر آسمان کا ایک ٹکڑا ہی گرا دو[58]! ۔

[منکرین کہتے ہیں کہ ذرا عذاب کا نمونہ ہی دکھادو، حیرت و افسوس ہے!]انسان شَر کا اس طرح حریص[59] بن گیا ہے جس طرح اُسے خیر کا ہونا چاہیے،انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔....... مفہوم آیت ۱۱

فرمایا گیا کہ کیا جہالت کی بات ہے کہ انسان شَر کا اس طرح حریص بن گیا ہے جس طرح اُسے خیر کا ہونا چاہیے، رہا معاملہ نشانی کا تو نادانوں، نشانی کے طور پر عذاب کیوں مانگتے ہو، کیا دن اور رات کا آنا جانا ایک خالق کی گواہی نہیں دیتا؟

دیکھو، رات اور دن ہماری قدرت کی دو نشانیاں ہیں۔ رات کی نشانی کو ہم نے ٹھنڈا اور کم تاب ناک رکھا[تاکہ تم آرام کر سکو]، اور دن کی نشانی کو خوب تاب ناک کر دیا تاکہ تم روشنی میں اُس کا فضل تلاش کر سکو اور [اِن دن اور رات کے آنے جانے سے] ماہ و سال کا شمار کر سکو[60]۔ دیکھو، ہم نے کس طرح، اس قرآن میں تمام چیزیں[منکرین کی اُلجھنوں کے حل، اعتراضات کے جواب، حق کے دلائل اور اپنی نشانیاں] الگ الگ تفصیل سے بیان کر دی ہیں۔.. مفہوم آیت ۱۲

جس طرح ایک اچھے اسٹور پر ہر چیز کی قیمت کا لیبل لگا ہوتا ہے اسی طرح ہر انسان کا اعمال نامہ[کا کردگی کا مفصل ڈاٹا] اُس کے گلے میں لٹکا ہے جو اللہ کے متعین کردہ اعمال کو لکھنے والے

---

۵۸ مشرکین کی ہر دور میں یہ جسارت اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ کے مقابلے میں اپنے بنائے ہوئے شرکاء[خود ساختہ مشکل کشاؤں اور شافعینِ محشر] پر اتنا اعتماد اور بھروسہ کرنے لگتے ہیں کہ اُنھیں یہ یقین ہی نہیں آتا کہ اُن کی موجودگی میں اُن پر کوئی عذاب آسکتا ہے، اُن کو مذہب کے ٹھیکے داروں نے یہ پٹی پڑھائی ہوتی ہے کہ دنیا تو دنیا، وہ تو قیامت میں بھی مچل جائیں گے نہ اپنے کسی مرید و عقیدت مند کو دوزخ میں جانے دیں گے اور نہ ہی جنت کو اُس وقت تک رونق بخشیں گے کہ جب تک اُن کی نذر نیاز کرنے والا ایک ایک عقیدت مند جنت میں نہ چلا جائے، اللہ پر اُن کی دھونس[نعوذ باللہِ من ذلکٗ] کچھ ایسی ہے اور ہو گی کہ دنیا میں عذاب کو روکے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن فیصلے اُن کے ہاتھ میں ہوں گے؛ اللہ تعالیٰ قرآن میں مشرکین کے اِن مزعومات کی نفی کرتا ہے۔

۵۹ عذاب کا مطالبہ تو ظاہر ہے کہ ایک شر ہے، جو اہلِ مکہ کا تکیہ کلام بن گیا تھا کہ، دکھاؤ وہ عذاب جس کی دھمکی دیتے ہو! اسی طرح معجزوں اور نشانیوں کا مطالبہ بھی اپنے اندر شر کا پہلو رکھتا ہے کہ نشانی دیکھنے کے بعد انکار کی سزا سخت ہوتی ہے۔

۶۰ جلد چہارم میں تقویم پر ایک پورا باب ہے، جس کے مطالعے سے، اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے دن اور رات کی نشانیوں کے ادراک میں مدد مل سکتی ہے۔

فرشتے، کراماً کاتبین ہر دم تیار کر رہے ہیں، یہ ڈاٹا روزِ حساب ہر انسان کو تھما دیا جائے گا۔

کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کے اچھے بُرے اعمال نفع یا نقصان نہیں پہنچاتے

کہا جا رہا ہے کہ تمھارے اعمالِ بد کا بوجھ تمھارے جھوٹے معبود، لات، منات، پیر اور پادری نہ اُٹھا سکیں گے، وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ اس سے قبل سن ۵ نبوی میں، آٹھ سال قبل نازل ہونے والی سُوْرَۃُ النَّجْم میں بھی فرمایا جا چکا تھا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کے لیے آخرت میں وہی ہے جو اُس نے [نیک اعمال کی] کمائی کی ہو گی، اس کے علاوہ کچھ نہیں"[61]۔ بات صاف ہو گئی کہ وہاں تمھارے [بنو اسمٰعیل اور بنو اسرائیل کے] سردار اور لیڈران تمھارے گناہوں کا، جو تم اُن کے کہنے سے کرتے ہو کوئی بوجھ نہ اُٹھا سکیں گے، اور نہ ہی تمھیں تمھارے اپنے نیک اعمال کے سوا کسی اور کے نیک اعمال سے [جو انبیاء اور اولیاء نے کیے ہوں جن کو تم خدا بنا کر پوجتے ہو] کوئی فیض حاصل ہو سکے گا۔

> ہر انسان کا مقدر تو ہم نے اُس کے ہی گلے کا ہار(tag) بنایا ہوا ہے، روزِ قیامت ہم اُسے ایک نوشتہ [رجسٹر] دیں گے جس میں وہ سارے اعمال اور واقعاتِ زندگی اور اُن کے پسِ پردہ حقائق کو بالکل عیاں پائے گا........ حکم ہو گا کہ اپنی رودادِ زندگی خود ہی دیکھ لو! آج تم اپنا حساب لگانے کے لیے خود ہی بہت کافی ہو۔ اُس وقت یہ بات سمجھ میں آ جائے گی کہ جو کوئی رسولوں کی لائی ہوئی ہدایت پر چلا، اس کا دینِ حق کو اختیار کرنا خود اُس کی اپنی جان کی حفاظت کا وسیلہ بنا، اور جو گُم راہ ہوا، اُس کی جہالت و جاہلیت کا وبال خود اُسی کو بھگتنا ہے؛ [وہاں اپنی جہالت اور گم راہی کا الزام کوئی اپنے لیڈروں یا متبعین پر نہ ڈال سکے گا کہ وہاں چلن ہی یہ ہو گا کہ] کوئی اپنے گناہوں کے نیچے دبا ہوا، کسی دُوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھائے گا"[62]۔............................ مفہوم آیات ۱۳تا۱۵

۶۱ قرآن مجید کی یہ تین آیات [سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل میں:.....وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۱۵﴾ اور سُوْرَۃُ النَّجْم میں اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾] وہ ہیں جن کی بنا پر اہلِ علم کا ایک گروہ کسی بھی طرح کے ثواب و عذاب کے ایک کے نامہ اعمال سے دوسرے کے نامہ اعمال میں ایصال [transfer] کا انکاری ہے۔

۶۲ یہاں لوگ چاہے جنت میں لے جانے کے اور دوزخ سے بچا لینے کے کتنے ہی وعدے کر لیں لیکن وہاں کوئی پیر صاحب اپنے مریدین کے گناہوں کا، کوئی مولانا اپنے مقتدیوں کی گم راہیوں کا بوجھ نہ اُٹھا سکے گا اور کوئی صاحب قبر

بنواسمٰعیل [مشرکینِ مکہ] کو یاد دلایا جارہا ہے کہ تم منتظر تھے کہ کوئی رسول اگر تمھارے درمیان آئے تو تم آگے بڑھ کر اُس کی پیروی کروگے، اسی طرح بنواسرائیل بھی مخاطب ہیں کہ تمھارے پاس تو رسول پہلے سے آئے تھے اور اب یہ رسول موعود توحید کی جانب پکار رہا ہے، حجت پوری ہو رہی ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم کسی بستی اور قوم کو عذاب دینے والے نہیں تھے جب تک کسی رسول کو نہ بھیج دیتے۔ اس آیت کو پڑھ کر ہر اُس شخص کو اور خصوصاً کلمہ گو مسلمانوں کو یہ فکر ہونی چاہیے کہ اُن تک تو قرآن پہنچ چکا ہے وہ اللہ کو اس کی تعمیل کے بارے میں کیا جواب دیں گے، بجائے اس کے کہ وہ یہ سوچنے لگ جائیں کہ جن تک رسولوں کی دعوت نہیں پہنچی اُن کا کیا ہوگا، اُن کا معاملہ اللہ جانے۔ جس طرح قریش کے اور یہود کے مترفین [طاقت و قوت کے مالک افراد] نے اپنے اپنے معاشروں میں فسق و فجور اور فساد فی الارض کا بازار گرم کیا تھا، اُس کو نگاہ میں رکھیے اور پھر اللہ کی اس سنّت کو یاد کر لیجیے، جو اگلی آیہ مبارکہ میں بتائی جارہی ہے کہ جب بھی کسی معاشرے میں لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب اللہ کی ناراضی محکم ہو جاتی ہے تو اُس کی نشانی یہ ہے کہ اقتدار و قوت والے افراد اور گروہ اُودھم اور فساد مچاتے ہیں پھر وہ قوم عذاب کی حق دار بن جاتی ہے اور اللہ اُسے برباد کر دیتا ہے۔ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ اس لیے کتاب کی حامل امت میں مصلحین کا فرض ہے کہ وہ طاقت و قوت کے مراکز پر قابض فاسق و فاجر افراد کو دل سوزی سے نصیحت کریں [فذکر اِن نفعت الذکریٰ] اور اُن کی اصلاح کی فکر کریں کہ اُن کی اصلاح سے حالات بدل جائیں گے۔

........اور ہم کسی بستی اور قوم کو عذاب دینے والے نہیں تھے جب تک کسی رسول کو نہ بھیج دیتے۔ جب ہم کسی بستی کو اُس کے اعمال کے سبب ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اس کے امیر اور آسودہ لوگوں کو سرکش بنا دیتے ہیں اور وہ اپنے رب سے بغاوت اور طغیانی میں اودھم مچاتے ہیں [۶۳]، یوں وہ قوم/بستی عذاب کی حق دار بن جاتی ہے اور اُسے ہم صفحہ ہستی

اپنے زائرین کو اور شیرینی اور چادریں چڑھانے والے کو نہ بچا سکے گا، اسی طور نہ ہی کوئی سیاسی لیڈر اپنے پیچھے چلنے والے اور زندہ باد کے نعرے لگانے والوں کو نجات دلا سکے گا۔

۶۳ آسودہ، امیر اور خوش حال لوگوں کے جھنڈے اُٹھانے والے غریب اور نادار اِن خوش حال لوگوں کو اپنا آئیڈیل اور رول ماڈل بنا لیتے ہیں۔

سے مٹا دیتے ہیں۔.. مفہوم آیت ۱۶

اگلی آیات بہت واضح ہیں، منکرین کو یاد دلایا جارہا ہے کہ اقتدار و قوت والے لوگوں کے اس اودھم اور فساد مچانے کی پاداش میں ہمارے حکم سے نوحؑ کے بعد اِس بے لاگ قانون کے تحت کتنی قومیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ یہاں پہنچ کر عذاب کا وہ موضوع ختم ہو جاتا ہے جو گیارہویں آیت سے قریشِ مکہ کے عذابِ الٰہی کے مذاق اُڑانے کے جواب میں شروع ہوا تھا۔

موضوع کی تکمیل کے بعد منکرین اور مؤمنین دونوں کو بتایا جارہا ہے کہ دنیا میں مال و دولت اور وسائل کا ملنا صرف اور صرف اللہ کی جانب سے ہے اس پر کسی کا اجارہ نہیں۔ دنیا کے طالب کو دنیا ملتی ہے، مگر جتنی اُس کا رب چاہتا ہے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہتا، جب کہ آخرت کے طالب کو اگر وہ ہر شائبہ شرک سے پاک ایمان لے کر پہنچے تو آخرت میں بھرپور حصہ ملے گا لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ دنیا میں اُس سے کوئی اُس کا نصیب چھین لے گا، اُس کو دنیا بھی خوب ملے گی جتنی کسی اور کو ملتی ہے، مگر اُتنی ہی جتنی اللہ چاہے گا؛ دنیا دونوں ہی فریقوں کے لیے ہے جتنی اللہ چاہے۔ ایسی ہی بات سات برس قبل نازل ہونے والی سُوْرَۃُ الْقَصَص میں بیان کی گئی تھی جب بنی اسرائیل کے اہلِ علم نے قارون جیسے سرمایہ دار کو دنیا فراموش کرنے کے لیے نہیں کہا تھا بلکہ یوں کہا تھا: وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دُنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

یہ ساری گفتگو، اُسی حاصلِ دعوت، حاصلِ قرآن اور حاصلِ رسالت پر ختم ہوتی ہے کہ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾:

[دیکھ لو، اے قریش اور یہود کے لیڈرو، تاریخِ انسانی میں قوموں کی ہلاکت کا یہ قانون کس شان سے جاری رہا، اسی قانون کے تحت نوح علیہ السلام کی قوم ہلاک کی گئی پھر] کتنی ہی نسلیں ہیں جو نُوحؑ کے بعد ہمارے حکم سے اس بے لاگ قانون کے تحت ہلاک ہوئیں۔ تیرا رب اپنے بندوں کی خطاؤں کی نگرانی [monitoring] رکھنے کے لیے بہت کافی اور خوب باخبر ہے اور ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے۔.....

.... مفہوم آیات ۱۷؛ سورۃ کی بقیہ آیات کا مفہوم صفحہ ۱۹۴ پر ہے

☆☆☆☆☆